قائداعظم کا تصور پاکستان





قائدِ اعظمؒ کا تصورِ پاکستان



ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا



نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

کتاب	:	قائداعظمؒ کا تصور پاکستان
مصنف	:	ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا
ناشر	:	نظریۂ پاکستان ٹرسٹ
طابع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
ڈیزائنر	:	محمد شہزاد یٰسین
کمپوزر	:	نوید انور
اشاعت دوم	:	جون 2009ء
تعداد اشاعت	:	1000
قیمت	:	-/65 روپے

Published by

Nazaria-i-Pakistan Trust

Aiwan-i-Karkunan-i-Tehreek-i-Pakistan,
Madar-i-Millat Park, 100-Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.
Ph. 9201213-9201214 Fax. 9202930 E-mail: trust@nazariapak.info
Web: www.nazariapak.info

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Multan Road, Lahore. Ph: 7466975



ابتدائی کلمات

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کی غرض وغایت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد اور اس کیلئے دی جانے والی قربانیوں کو اُجاگر کیا جائے‘ نظریۂ پاکستان کی ترویج واشاعت کی جائے اور اہلِ وطن بالخصوص نئی نسل کو پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی وتہذیبی ورثے سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ نے وطن عزیز کی نئی نسل کو اپنی سرگرمیوں کا محور ومرکز بنایا ہے کیونکہ ہماری نسلِ نو ہی ہمارے ملک وقوم کا مستقبل ہے اور ان کے فکروعمل کو علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے افکار وکردار کے سانچے میں ڈھال کر ہی ہم اپنے مستقبل کو زیادہ روشن اور محفوظ بنا سکتے ہیں۔ اس کے لئے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ ایک ہمہ جہت پروگرام پر عمل پیرا ہے جس میں مطبوعات کی اشاعت کا سلسلہ اہم ترین حیثیت کا حامل ہے۔ ان مطبوعات کے ذریعے ہم نئی نسل کو نظریۂ پاکستان، تحریکِ پاکستان اور مشاہیر تحریک پاکستان کے افکار وتصورات کے بارے میں نہایت سادہ زبان میں آگہی فراہم کر رہے ہیں اور ان میں اپنے ملک وقوم کے حوالے سے احساسِ تفاخر پیدا کر رہے ہیں تا کہ وہ مستقبل میں اپنی قومی ذمہ داریوں سے زیادہ احسن انداز میں عہدہ برآ ہو سکیں۔

قائداعظمؒ کی بے لوث اور عہد ساز قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے جان ومال اور عزت وآبرو کی بیش بہا قربانیاں پیش کر کے اگرچہ پاکستان تو

حاصل کر لیا مگر ہم اسے قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کے مطابق اسلامی نظریۂ حیات کا قابلِ تقلید نمونہ نہیں بنا سکے۔ بانیٔ پاکستان کے وصال کے بعد قوم کے نام نہاد قائدین نے ان کے نظریات سے انحراف کو اپنا وطیرہ بنا کر اس ملک کو فوجی و سول آمریتوں کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ پاکستان اور قائداعظمؒ کی جدوجہد کے باعث اگرچہ ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کے تسلط اور غلبے سے نجات حاصل ہوگئی مگر آج ہم ایک دوسری طرح کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے گئے ہیں جس سے نجات کے حصول کے لئے ہمیں ازسرِنو قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ صرف اسی طرح ہم وطنِ عزیز کو ایک جدید اسلامی، فلاحی اور جمہوری مملکت بنانے میں کامیاب ہوسکیں گے۔

قائداعظمؒ کی زیرِقیادت تحریک پاکستان میں طلباء و طالبات نے ہر محاذ پر مسلم لیگ کے ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا اور ان کی شب و روز جدوجہد کے طفیل برصغیر کا ہر گوشہ ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ'' کے روح پرور نعروں سے منور ہوگیا تھا۔ بابائے قوم نے بارہا ان کی خدمات کو سراہا تھا اور ان پر اظہارِ فخر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''یہی ہیں وہ مردانِ عمل جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے۔'' مجھے قوی اُمید ہے کہ زیرِنظر تصنیف کا مطالعہ ہماری نئی نسل میں اس عقابی روح کو بیدار کردے گا جو تحریکِ پاکستان کا طرۂ امتیاز تھی اور وہ نظریۂ پاکستان کی مبلّغ بن کر پاکستان کو علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات سے رہائی دلا کر وطنِ عزیز کی کشتی ساحلِ مُراد تک پہنچائے گی۔

(مجید نظامی)

چیئرمین

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر

پیش لفظ

زیرِ نظر کتابچے کے موضوع کے اعتبار سے جتنا بھی مواد چھان پھٹک کر دیکھا اور سمجھا' اُس سے صرف ایک ہی نتیجہ سامنے آیا ہے کہ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے پاک' صاف اور ستھرے ذہن میں صرف ایک ہی بات نقش تھی کہ برِ صغیر پاک و ہند میں مسلمان اپنی علیحدہ مملکت قائم کریں جہاں آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ کے عطا کردہ آئین کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں۔ یقین کیجئے کہ پاکستان کے لئے اس کے علاوہ اُن کے ذہن میں کسی اور قسم کا نظامِ حکومت یا طرزِ زندگی قطعاً نہیں تھا' یہ میرا ایمان ہے میرا عقیدہ ہے میرا یقین ہے اور مستند تاریخی شواہد بھی تو پکار پکار کر یہی یقین دلا رہے ہیں۔

ہم ایک نظریاتی اور ایک منفرد تہذیب کی حامل قوم ہیں۔ ہماری ریاست ایک نظریاتی قومی ریاست ہے جس کا بنیادی عنصر اسلام ہے۔ لہٰذا اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست صرف اسلامی ریاست ہی ہو سکتی ہے' کچھ اور نہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ایک طرف ہم نے من حیث القوم اور دوسری طرف برسرِ اقتدار طبقے اور حاکمانِ وقت نے قائدِ اعظمؒ کی سوچ پر عمل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ گاہے بگاہے ملک میں اسلامی نظامِ حیات رائج کرنے کے بارے میں بحثیں چھڑتی تھیں لیکن کمزور موقف اور موثر مخالفت کے دباؤ کا شکار ہو کر بے وزن ہو کر رہ جاتی تھیں۔ مخالفین اور ناقدین نے جب یہ دیکھا کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی تو اُنہوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستانی معاشرے میں لادینی نظریات ٹھونسنے کی شعوری کوششیں شروع کر دیں اور اس طرح ہم اپنی نظریاتی شاہراہ سے دور ہٹتے چلے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم خان لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد 1971ء میں ملک کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اور اس طرح گذشتہ ساٹھ سالوں میں اس ملک میں مفاد پرست طبقات نے اپنے پنجے گاڑھ لئے جن میں جاگیردار' سرمایہ دار' بیوروکریسی اور فوج کو بنیادی حیثیت حاصل ہو گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں جتنے بھی طالع آزما آئے' وہ انہی طبقات سے آئے جنہوں نے اس ملک کو تباہ کرنے اور وسائل کو لوٹنے کی بنا ڈالی جو بدقسمتی سے آج تک جاری ہے۔ بدکار اور خائن قیادتوں نے تو اور بھی ظلم ڈھایا کہ اُنہوں نے ملک کے استحکام کو شدید نقصان پہنچا کر قوم کو مایوسی کے طویل گرداب میں دھکیل دیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا قائداعظمؒ اس طرح کا پاکستان چاہتے تھے جو گذشتہ سالہا سال سے ہمیں نظر آ رہا ہے؟ کیا اُن کی ساری جدوجہد اس لئے تھی کہ یہاں امیر امیر تر ہوتا چلا جائے اور غریب غریب تر ہوتا جائے؟ کیا اُنہوں نے اس ملک کی تشکیل اس لئے کی تھی کہ یہاں اسلام کی بجائے لادینیت کی حوصلہ افزائی کی جائے؟ وہ یقیناً اسلام بیزار اسلام دشمن معاشرے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ یقینی طور پر اسلامی جمہوری اور فلاحی معاشرے کی آرزو رکھتے تھے جس کی تنظیم اسلامی اصولوں پر مبنی ہو اور جو عدل و احسان کا نمونہ ہو۔

قائداعظمؒ کے بنیادی تصورات

زیر نظر کتابچے میں پاکستان کے بارے میں قائداعظمؒ کے تصورات کو ان کی اپنی تقاریر اور بیانات سے اخذ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے یہاں قائداعظمؒ کے بنیادی افکار کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:-

۱۔ قائداعظمؒ پاکستان کو اسلامی جمہوری اور فلاحی ریاست بنانے کے خواہش مند تھے۔

۲۔ جمہوریت کے علمبردار تھے اور جمہوری اصولوں کے مطابق باہمی مشاورت پر پختہ یقین رکھتے ہوئے قومی معاملات کو افہام و تفہیم سے حل کرنے پر زور دیتے تھے۔

۳۔ کرپشن کی مکمل طور پر بیخ کنی کرنے کے داعی تھے۔

۴۔ ان کے پیش نظر اسلام کے علاوہ اور کوئی ملکی یا قومی نظام نہیں تھا۔

۵۔ اسلامی اقدار پر مبنی معاشرے کی تعمیر کے خواہش مند تھے اور اگر زندہ ہوتے تو آجکل کی مادر پدر آزاد روشن خیالی کی یقیناً مذمت کرتے۔

۶۔ انصاف اور مساوات پر مبنی نظام رائج کرنے کے حق میں تھے۔

۷۔ جاگیردارانہ سسٹم کے سخت خلاف تھے۔

۸۔ غریبوں کی محنت کے بل بوتے پر پلنے والے مقتدر طبقے کی عیش و عشرت کے سخت خلاف تھے۔

۹۔ قائداعظمؒ فرماتے تھے کہ پاکستان میں مساوی انسانی حقوق کا ایسا شفاف نظام قائم کیا جائے جس سے غریبوں کو بھی پھلنے پھولنے کے مواقع حاصل ہوں۔

۱۰۔ وہ غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنانے والے نظام کے سخت خلاف تھے۔

۱۱۔ پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے۔

۱۲۔ مساوات پر مبنی معاشی نظام کے علمبردار تھے۔

۱۳۔ پاکستان کا دستور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔

۱۴۔ پاکستان میں اسلام پر مبنی قوانین کے علاوہ کسی اور نظام یا ازم کے حق میں نہیں تھے۔

۱۵۔ آزاد پاکستان میں آزاد اسلام کی تمنا رکھتے تھے۔

۱۶۔ اقلیتوں کے حقوق پر بہت زور دیتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے اور ان کے ساتھ کوئی بے انصافی روا نہ رکھی جائے اور ان سے برابری کی سطح پر پورا انصاف کیا جائے۔

۱۷۔ حضرت عمر فاروقؓ کے نظامِ حکومت جیسا نظام پاکستان میں رائج ہوتے دیکھنا پسند کرتے تھے۔

۱۸۔ اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر پاکستان کا اقتصادی و مالی نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔

۱۹۔ اسلامی معیشت کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے خواہشمند تھے۔

۲۰۔ معاشی استحصال کا خاتمہ چاہتے تھے۔ اسی لئے استحصالی طبقے کی سرزنش بھی کی تھی۔

یاد رہے کہ مختلف اداروں میں اس موضوع پر کچھ مفید کام پہلے بھی سامنے آیا ہے جس سے اس کتابچے کی تیاری کے لئے حتی الامکان استفادہ کیا گیا ہے تاکہ موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ اس کے باوجود اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ قارئین کرام کی آراء کی روشنی میں آئندہ اشاعت میں دور کر دی جائے گی۔

اس موضوع پر قلم اٹھانے کی رغبت جناب مجید نظامی صاحب نے دلائی' لہٰذا ایک لحاظ سے یہ کاوش انہی کی مرہون منت ہے۔ استاذ مکرم جناب ڈاکٹر رفیق احمد تو ہر دور میں میری عملی اور علمی راہنمائی کرتے رہے ہیں اور اس مرتبہ بھی یہ انہی کے ذوق جستجو کا نتیجہ ہے کہ زیر نظر کتابچہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

فاؤنڈیشن کے کمپوزنگ سیکشن کے انچارج مسٹر شہزاد کی راہنمائی میں اس سیکشن کے محنتی رکن نوید انور نے جس دلجمعی سے یہ کتابچہ تیار کیا ہے اُس کے لئے میں ان دونوں حضرات کا ممنون ہوں۔ مسٹر نعیم احمد بھی شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بہت ذمہ داری سے اس کی نوک پلک سنواری۔

لاہور' اکتوبر 2007ء ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا

قائداعظمؒ کا تصورِ پاکستان

تحریک پاکستان کی ہیئت

برصغیر جنوبی ایشیا کی تاریخ میں قیام پاکستان ایک ایسا منفرد واقعہ ہے جس کے خمیر میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی واضح جھلک پائی جاتی ہے۔ مسلمانان ہند کی حق خودارادیت کی تحریک کا مرکزی خیال یہ تھا کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے لئے ایک ایسی اسلامی مملکت کی تشکیل کی جائے جہاں مسلمان اپنی تہذیب و تمدن' ثقافت اور عقیدے کے مطابق آزاد زندگی بسر کرسکیں۔ تحریک پاکستان کا مزاج اپنی ہیئت کے اعتبار سے اسلامی' جمہوری اور فلاحی تھا چنانچہ قیام پاکستان کے بعد یہی تین بنیادی ستون اس ملک کی ترقی و استحکام کے لئے لازم قرار پائے۔

تحریک پاکستان ایک ہمہ گیر نظریاتی تحریک تھی۔ یہ مسلمانانِ ہند کی ایک ایسی بامقصد جدوجہد تھی کہ جس کا مطمحِ نظر انسانی اخوت اور معاشرتی عدل کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک خودمختار فلاحی ریاست کا قیام تھا۔ اس حوالے سے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ مملکت پاکستان کی بنیاد کن اصولوں پر قائم ہونی چاہئے تھی۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں ہمیں قائداعظم محمد علی جناحؒ کے افکار کو مدِنظر رکھنا ہوگا۔ قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ ایسی دو محسن شخصیات ہیں جن کی فکری اور عملی راہنمائی نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ صرف ایک منزل کی راہ دکھائی بلکہ قوم کو اُس منزل تک پہنچا کر دم لیا۔ لہٰذا پاکستان کے بنیادی خدوخال سمجھنے کے لئے ہمیں قائداعظمؒ کے اقوالِ زندہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو آج بھی ہمارے لئے اسی طرح مشعلِ راہ ہیں جسطرح آج سے ساٹھ سال قبل تھے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ پاکستانی قوم کے لئے جو نصب العین مقرر کیا گیا تھا اُس پر عملدرآمد

کے لئے کوئی شعوری کوشش نہیں کی گئی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید جعفر احمد نے قائداعظمؒ اکیڈمی کراچی میں ایک لیکچر کے دوران بجا طور پر کہا ہے کہ ''اگر پاکستان اپنے بانی کے تصورات کا آئینہ دار ہوتا تو ان تصورات کا زبانی تذکرہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اسکی بجائے ہم اپنے ملک کے سیاسی احوال سے براہ راست طور پر استنباط کرتے۔ اپنے گردوپیش پر نظر ڈالتے اور بڑے فخر کے ساتھ کہتے کہ یہی بانی پاکستان کے تصورات کی تصویر اور انکی عملی تعبیر ہے''۔[1]

فکری اساس اور نکتہ چینی

قائداعظمؒ کے بعد صاحب اختیار شخصیات نے سنجیدگی سے اپنی ذمہ داری نبھانے کی طرف توجہ نہیں کی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ قائد کے افکار کی روشنی میں قوم کی صحیح راہنمائی کا فریضہ ادا کیا جاتا' ہوا یہ کہ اس کے برعکس موشگافیاں کی جانے لگیں جس میں غیر تو غیر اپنے بھی شامل ہو گئے اور اس طرح تحریک پاکستان کی فکری اساس کو ہی مشکوک کر ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظریہ پاکستان کو گاہے گاہے بحث و تمحیص کا نشانہ بنایا جانے لگا اور یہ سلسلہ اب بھی کسی نہ کسی سطح پر منفی انداز میں نئے سرے سے زیر بحث لایا جاتا ہے۔ دراصل بدخواہوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ قوم کو نظریاتی اتحاد اور یکجہتی کے جوہر سے محروم کر دیا جائے۔

دستور ساز اسمبلی میں قائداعظمؒ کی تقریر

اس مقصد کے حصول کے لئے وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں قائداعظمؒ کی 11 اگست' 1947ء کی تقریر کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ تقریر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ پاکستان میں تمام شہریوں کو بلا امتیاز مذہب و ذات مساوی حقوق حاصل ہونگے۔ اس تقریر کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس میں قائداعظمؒ ریاست میں شہریوں کے حقوق کے مساوی ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس میں ریاست کی نوعیت یا نظریاتی حیثیت

متعین نہیں کی جا رہی ہے بلکہ اس کا تعلق بنیادی طور پر اقلیتوں کے حقوق کی طرف ہے اور یہ بات تو اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہے جس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان مخالف سیکولر حلقے اس تقریر سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ قائداعظمؒ پاکستان کو لادین ریاست بنانا چاہتے تھے جبکہ اُن بدطینت لوگوں کے اس لغو تصور میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ قائداعظمؒ کی تقریر کو اُس دور کے اخبارات کی شہ سرخیوں میں بھی سیکولر پہلو سے نہیں بلکہ اقلیتوں کے حوالے سے بیان کیا گیا تھا۔ سارے اخبارات نے اقلیتوں کے حقوق کے ضمن میں اس تقریر کا خصوصی طور پر ذکر کیا۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو اخبار ''ٹائم'' کو اس سے بہتر اور کون سا موقع مل سکتا تھا کہ وہ قائداعظمؒ کی تقریر کو حرفِ تنقید بناتا مگر اس اخبار نے بھی اس تقریر سے جو بنیادی نکتہ اخذ کیا وہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے حوالے سے تھا۔ لیکن حیران کُن امر یہ ہے کہ منافقین اس طرح کی محض ایک آدھ تقریر کے کچھ حصے کو سیاق و سباق کے بغیر اپنے مخصوص مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں جب کہ قائداعظمؒ کی اُن بیسیوں تقریروں اور بیانات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن میں تواتر کے ساتھ اُنہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظریات پر مبنی جمہوری نظام حکومت ہو گا جہاں قوم اپنی تہذیب و تمدن 'ثقافت' روایات اور مذہبی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکے گی۔

اسلامی فلاحی مملکت

ان کی تقاریر کا نچوڑ یہ تھا کہ برصغیر میں مسلمانانِ ہند کی قومی آزادی اور تہذیبی تحفظ کے حوالے سے اسلامی نظریہ حیات کے اصولوں پر مبنی ریاستی اور سماجی ڈھانچے کی تشکیل کی جائے جس سے ایک اسلامی مملکت کے فلاحی نتائج سامنے آئیں اور دوسرے بھی اسلام کی ابدی صداقت سے مستفیض ہوں۔ اس بات کی اُنہوں نے وضاحت کرتے ہوئے سرحد مسلم سٹوڈنٹس

فیڈریشن کی کانفرنس منعقدہ 12 جون' 1945ء کے موقع پر اس طرح کہا:-

''پاکستان کا منشا صرف آزادی اور خودمختاری کا حصول نہیں بلکہ وہ اسلامی نظریہ حیات ہے جو ایک بیش قیمت عطیے اور خزانے کی حیثیت سے ہم تک پہنچا ہے جسے ہم نے نہ صرف قائم رکھنا ہے بلکہ ہم توقع کرتے ہیں کہ دوسرے بھی اس کے فوائد اور حصول میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں گے''۔[2]

قائداعظمؒ کے اس طرح کے کئی بیانات ہیں جو پاکستان قائم ہونے سے پہلے کے دور سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ اُن کی 11 اکتوبر 1947ء کی تقریر کا اقتباس زیر مطالعہ لانا بہت ضروری ہے جب اُنہوں نے پاکستان کے سول' بری' بحری اور فضائی ملازمین سے خطاب کیا۔ اس تقریر میں اُنہوں نے بڑے واضح انداز میں قیامِ پاکستان کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان کا قیام' جس کے لئے ہم پچھلے دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے لیکن ہمارا منشا اپنے لئے ایک آزاد مملکت کا حصول ہی نہیں تھا بلکہ اصل منشا ایک ایسی مملکت کا حصول تھا جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں' جہاں ہمیں معاشرتی عدل کے اسلامی اصولوں کے نفاذ کے آزادانہ مواقع حاصل ہوں اور جہاں اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصول جاری و ساری ہوں''۔[3]

اس بیان میں قائداعظمؒ نے کتنی وضاحت سے فرما دیا ہے کہ محض مملکت کا حصول ہی ہمارا مدعا نہیں تھا بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ ایسی مملکت حاصل کی جائے جہاں ہم اسلامی روایات اور

اصولوں کے مطابق اپنا نظام مملکت قائم کرسکیں۔ کیا اس فرمان میں یہ بات کھل کر عیاں نہیں ہوجاتی ہے کہ قائدِ اعظمؒ پاکستان میں اسلامی عدل وانصاف پرمبنی نظام حکومت کے داعی تھے۔

اسی بات کو بہت پہلے آپ نے ایک اور انداز میں کہا اور یہ بات 2 نومبر' 1941ء کی ہے جب آپ نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے طالبعلموں سے خطاب کے دوران کہا تھا کہ "مجھے اپنی اسلامی تاریخ کی روشنی میں اپنی روایات' اپنی ثقافت اور اپنی زبان برقرار رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے دو"۔ آپ نے طلبا کو بھی زور دے کرمشورہ دیا تھا کہ میں تو ایسا ہی کرتا ہوں لیکن "آپ بھی اپنے اپنے صوبوں میں ایسا ہی کریں تا کہ اسلامی طرز زندگی نمایاں ہوکر سامنے آئے۔"[4]

اسی بات کا اعادہ ہم قائدِاعظمؒ کے 20 نومبر' 1945ء میں سرحد مسلم لیگ کانفرنس کے نام ایک پیغام میں بھی دیکھتے ہیں جب آپ نے فرمایا:۔

> "مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کا مقصد ایک آزاد خطے کا حصول ہے جہاں وہ آزادی کے ساتھ اپنے ضابطۂ حیات' اپنی تمدنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت قائم کرسکیں۔"[5]

پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ

اسی بات کو آپ نے 13 جنوری' 1948ء کو اسلامیہ کالج' پشاور کے طلبا سے خطاب کے دوران اس صراحت سے واضح کردیا کہ اس کے بعد کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ یقینی طور پر پاکستان میں اسلامی اصولوں پرمبنی نظام ہی چاہتے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا:۔

> "ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزماسکیں۔"[6]

اس بات کو وہ لے کر آگے بڑھے تو 25 جنوری' 1948 ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے اپنے خطاب کے دوران زور دے کر واضح کر دیا کہ ان کے نزدیک پاکستان میں اسلامی قوانین ہی کی روشنی میں نظام حکومت وضع کیا جائے گا۔ یہاں یہ امر واضح کرنا ضروری ہوگا کہ جس طرح نہ صرف آج کے دور میں بلکہ پہلے بھی کچھ حلقے جان بوجھ کر اسلامی یا غیر اسلامی معاشرے کے حوالے سے بے بنیاد بحثیں چھیڑا کرتے تھے' اسی طرح قیام پاکستان کے بعد بھی ایک مخصوص حلقے کی طرف سے عملاً شکوک وشبہات پھیلائے جاتے تھے تاکہ قوم صحیح راہ کا تعین نہ کر سکے۔

لہٰذا قائداعظمؒ اس قسم کی اختراعوں اور شرارتوں کا وقتاً فوقتاً جواب دے کر قوم کی راہنمائی کرتے رہتے تھے۔ اس قسم کی شرارتوں کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

> ''میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ' اور شرارت سے یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں' یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو' بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف' ڈر نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام اور اس کے نظریات نے ہمیں جمہوریت کا سبق دے رکھا ہے۔ ہر شخص سے انصاف' رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ پھر کسی کو ایسی جمہوریت' مساوات اور آزادی سے خوف کیوں لاحق ہو جو انصاف' رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم کی گئی ہو''۔

چونکہ اُس دور میں دستور پاکستان کی ہیئت کے بارے میں قصداً شکوک وشبہات

پھیلائے جارہے تھے لہٰذا اپنے اسی خطاب میں قائد نے ببانگِ دُہل اعلان فرمادیا کہ۔

''اُن کو کہہ لینے دیجیے۔ ہم دستورِ پاکستان بنائیں گے اور دنیا کو بھی دکھائیں گے کہ یہ رہا ایک اعلیٰ آئینی نمونہ''۔[7]

امریکی نامہ نگار کو انٹرویو

اسی حوالے سے فروری 1948ء میں آپ نے ایک امریکی نامہ نگار کو اپنے انٹرویو میں اسی نکتے پر زور دے کر کہا تھا کہ پاکستان کا دستور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ترتیب دیا جائے گا۔ اُنھوں نے فرمایا:۔

''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا۔ ان (اسلامی) اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔ اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے۔ اسلام نے ہمیں انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے۔ ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار اور بانی کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔''[8]

پاکستان کا آئین

اس سے قبل بھی ایک موقع پر آپ برملا یہ اظہار کر چکے تھے کہ ہمارا آئین وہی ہے جو

ہمارے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے پہلے سے ہمارے لئے وضع کر رکھا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں ایک موقع پر آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ پاکستان کا آئین کس طرح کا ہو گا تو آپ نے جواب میں یہ کہا تھا کہ:-

> ''میں کون ہوتا ہوں آپ کو آئین دینے والا' ہمارا آئین ہمیں آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی ہمارے عظیم پیغمبر ﷺ نے دے دیا تھا۔ ہمیں تو صرف اس آئین کی پیروی کرتے ہوئے اسے نافذ کرنا ہے اور اس کی بنیاد پر اپنی مملکت میں اسلام کا عظیم نظام حکومت قائم کرنا ہے اور یہی پاکستان ہے''۔[9]

قائداعظمؒ کے درج بالا بیان سے کیا یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ آپ پاکستان کے آئین کی تشکیل اسلامی اصولوں پر مبنی جمہوری نوعیت کی چاہتے تھے۔ ان کا یقین تھا کہ اسلام کے اصول تیرہ سو سال پہلے کی طرح اب بھی اسی طرح قابل نفاذ ہیں۔ کیا سیکولر ذہن رکھنے والے دانشور حضرات کے لئے یہ وضاحت کافی نہیں؟

اسلامی حکومت کا تصور

قائداعظمؒ بڑے دور اندیش' صاحب بصیرت اور مزاج شناس تھے۔ نظام حکومت اور اسلامی آئین کے حوالے سے آپ کے ذہن میں کسی قسم کی کجی نہیں تھی۔ آپ جو صحیح سمجھتے تھے وہی فرماتے تھے اور جو فرماتے تھے اس کا وہی مفہوم ہوتا تھا جس کا اظہار کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اُن کے ہر قول کا ایک مقصد ہوتا تھا اور اس مقصد پر عملدرآمد اُن کے نزدیک بہت اہم تھا۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ اُن کا وطیرہ بالکل نہیں تھا۔ اسلامی دستور کی تیاری کے حوالے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسلامی حکومت کے بارے میں بھی قوم کے سامنے وضاحت کر دی تھی تاکہ اُن کا فرمان راہنمائی فراہم کرتا

رہے۔ اس حوالے سے اُنہوں نے کراچی میں ایک موقع پر اس کی یوں وضاحت کی تھی کہ:۔

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآن کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اصول و احکام کی حکومت ہے۔"[10]

اسلامی ضابطہ حیات

آپ کا غیر متزلزل ایمان تھا کہ مسلمانوں کی نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے "ضابطۂ حیات" پر عمل کرنے سے ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون حضرت محمد ﷺ نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے۔ 14 فروری 1947ء کو بی بلوچستان میں شاہی دربار کو خطاب کرتے ہوئے کتنے خوبصورت انداز میں کہا کہ:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے بنایا ہے۔"[11]

ایک ایسا شخص جو بار بار بتکرار ایک ہی نکتے کے گرد اپنا موقف بیان کرتا ہو کیا اُس کی سوچ میں کوئی جھول ہو سکتا ہے۔ 1945ء میں عید کے موقع پر قوم کو اپنے پیغام میں بھی اِسی موقف کو دہراتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارا ضابطۂ حیات اسلام میں مضمر ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

''ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ مذہبی' سماجی' شہری' کاروباری' فوجی' عدالتی' تعزیری اور قانونی ضابطۂ حیات جو مذہبی تقریبات سے لے کر روزمرہ زندگی کے معاملات تک' روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک' تمام افراد سے لے کر ایک فرد کے حقوق تک' اخلاق سے لے کر جرم تک' اس دنیا میں جزا اور سزا سے لے کر اگلے جہاں کی سزا و جزا تک کی حد بندی کرتا ہے۔''[12]

اب کراچی کے 1943ء کے اجلاس مسلم لیگ ہی کو لیجیے۔ اس موقع پر بھی قائداعظمؒ نے اپنے خطاب میں یہی تو کہا تھا کہ مسلمانوں کا ضابطۂ حیات قرآن و سنت ہے جس کی وجہ سے وہ جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

''وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے' وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ' وہ چٹان اور لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے' ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا' ایک رسول ﷺ ایک کتاب' ایک امت۔''[13]

قائداعظمؒ کے فرامین میں کثرت سے قرآنی احکامات اور اسلامی ضابطۂ حیات کا ذکر ملتا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران اور قیام پاکستان کے بعد ان کی تقاریر سے بخوبی یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ وہ پاکستان کو ایسی ریاست بنانا چاہتے تھے جو مغربی طرز کی سیکولر ریاست نہیں بلکہ اسلامی نظریۂ حیات کے اصولوں سے ممیز اسلامی ریاست ہو۔ قائداعظمؒ کے نزدیک قیام

پاکستان کا مطالبہ برصغیر کے مسلمانوں کے عقیدے اور اسلامی نظریے سے ہم آہنگ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام محض مذہب تک محدود نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے لئے نہ صرف نجی اور ذاتی زندگی میں اپنی پیروی لازمی قرار دیتا ہے بلکہ سیاسی' معاشی' معاشرتی اور پوری اجتماعی زندگی کو بھی اسلامی نہج پر ڈھالنے کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مارچ 1944ء میں آپ نے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''مطالبہ پاکستان کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہندو مخالفت کر رہے تھے یا انگریز چالبازی سے کام لے رہا تھا بلکہ مطالبہ پاکستان کا جذبہ محرکہ یہ تھا کہ یہ عین اسلام کے بنیادی مطالبے کے مطابق تھا۔''[14]

ہندو مسلم فرق

اس سے زیادہ واضح الفاظ میں آپ کا وہ بیان ہے جو آپ نے 27 نومبر' 1945ء کو ایڈورڈز کالج پشاور کے طلبا سے خطاب کے موقع پر دیا۔ آپ نے کس خوبصورتی سے ہندو مسلم فرق کو واضح کرتے ہوئے اپنا مطمح نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ''ہم دونوں قوموں میں صرف مذہب ہی کا فرق نہیں' ہماری تہذیبیں بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارا دین صرف مذہبی اصولوں تک محدود نہیں بلکہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی پوری زندگی اس ضابطۂ حیات کے مطابق بسر کرنا چاہتے ہیں اور یہی مطالبۂ پاکستان کی بنیاد ہے۔''[15]

امریکی شہریوں کو نشری پیغام

کیا اس بیان سے یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ قائداعظمؒ سوائے اس کے کہ پاکستان میں

اسلامی نظریۂ حیات کے اصولوں کے مطابق نظام وضع کیا جائے کسی اور نظام کے حق میں قطعاً نہیں تھے۔ یہاں قائداعظمؒ کی تقاریر کے کچھ اور اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی اصولوں پر مبنی نظام رائج کرنا چاہتے تھے۔ امریکی شہریوں کے نام اپنے نشری پیغام میں آپ نے آئینی ڈھانچے کو وضع کرتے ہوئے کہا تھا:۔

''پاکستان کا آئین اسلامی اصولوں پر مبنی جمہوری نوعیت کا ہوگا۔ آج اسلام کے یہ اصول اسی طرح قابلِ نفاذ ہیں جس طرح یہ تیرہ سو سال پہلے قابل نفاذ تھے۔ اسلام اور اس کے نصب العین نے ہمیں جمہوریت کا سبق دیا ہے۔ اسلام نے ہمیں ہر کسی کے ساتھ انصاف اور مساوات کا درس دیا ہے۔[16]

قائداعظمؒ نے اسلام کو مسلمانوں کی زندگی اور ان کے وجود کا بنیادی سرچشمہ قرار دیا۔ انہوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ:۔

''اسلام محض رسوم روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ نہیں ہے۔ اسلام ہر مسلمان کے لئے ضابطۂ حیات بھی ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی، اپنے افعال و اعمال اور حتیٰ کہ سیاست اور معاشیات اور دوسرے شعبوں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔''[17]

آسٹریلیا کے عوام کو نشری پیغام

جب قائداعظمؒ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان اور اسلام کی عزت بچانے کے لئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہئے تو کیا یہ نکتہ واضح نہیں ہو جاتا کہ اُن کے نزدیک اسلامی طرز زندگی، اسلامی طرز حکومت اور ہر سطح پر اسلامی رنگ ڈھنگ اہمیت کے حامل تھے۔ لیکن اس کا یہ

مطلب ہرگز نہیں کہ اُن کے نزدیک پاکستان ایک تھیوکریٹک ریاست تھی۔ اس کا ثبوت ان کے اس نشری پیغام میں ملتا ہے جو انہوں نے آسٹریلیا کے عوام کو دیا تھا۔ آپ نے صاف طور پر کہا تھا کہ ”پاکستان تھیوکریسی نہیں ہوگا...... ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہیں جن کی رُو سے تمام انسان حقوق اور عزّ و وقار کے لحاظ سے مساوی ہیں“۔[18]

اسلامی قومی ریاست

اسی طرح قائداعظمؒ کی 24 اگست 1947ء کی تقریر کا بھی بغور مطالعہ کریں تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ وہ پاکستان کو اسلامی اور مسلمانوں کی قومی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ اس وقت ہجرت کی وجہ سے ساری قوم غمزدہ تھی۔ لاکھوں مسلمان مرد عورتیں اور بچے شہید ہو چکے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں مہاجر کیمپوں میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ قائداعظمؒ کو قوم کے دُکھ کا بے حد احساس تھا۔ اس موقع پر قوم کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:-

> ”میں پاکستان کے ہر مسلمان مرد و عورت سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے موجودہ غم و اندوہ کے سیلاب میں نہ بہہ جائیں۔ اُنہوں نے اپنی قومی سلطنت قائم کرنے کے لئے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ اب یہ انہی کا کام ہے کہ وہ اس کی تعمیر کریں تاکہ جلد دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کہلانے کے اہل ہو سکیں“۔[19]

ایک قوم

21 مارچ 1948ء کو قائداعظمؒ نے قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسلامی رشتے کی بنیاد پر آپ ایک قوم ہیں۔ آپ نے فرمایا ”اسلام نے ہمیں یہی سبق دیا ہے اور اب آپ

یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ خواہ کچھ اور بھی کیوں نہ ہوں آپ بہر کیف مسلمان ہیں اور اب آپ ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔"[20]

اسلام پرمبنی قوانین

قائداعظمؒ نے بارہا اپنی تقاریر میں اغیار کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کو دور کرنے کے لئے قوم کو اپنے خطبات میں واضح کیا کہ پاکستان میں اسلام پرمبنی قوانین کے علاوہ کسی اور ازم کی جگہ نہیں ہوگی۔ ان قیاس آرائیوں کے حوالے سے آپ نے 30 جون 1947ء کو پشاور میں ایک جلسے سے خطاب کے دوران متنبہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ان قیاس آرائیوں میں کوئی حقیقت نہیں کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی، جس میں مسلمان غالب اکثریت میں ہوں گے قرآنی اصول و احکام کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔"[21]

قائداعظمؒ پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین قوم جانتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ مسلمانوں کو اپنی عزت و وقار کے لئے جان بھی دینی پڑ جائے تو دریغ نہ کریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ عزت و وقار قربانی دیئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں ایک دورے کے موقع پر قوم کے نام اپنے پیغام میں کہا:۔

> "اس وقت میں آپ سے صرف اس بات کا طلبگار ہوں کہ میرا یہ پیغام جس شخص کے پاس پہنچے وہ اپنے دل میں اس بات کا عہد کرے کہ ضرورت پڑنے پر وہ پاکستان کو اسلام کی پشت پناہ اور دنیا کی عظیم ترین قوم بنانے کے لئے جس کا نصب العین امن و آشتی ہو اندرون ملک اور بیرون ملک بھی جان قربان کر دے گا۔ مسلمان کے لئے اس سے بہتر کوئی ذریعۂ نجات نہیں ہو سکتا کہ وہ

حق کی خاطر شہید ہو جائے۔''

قائداعظمؒ کی بیشتر تقاریر میں پاکستان میں اسلامی نظام حیات کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ معلوم نہیں وہ کون سے ایسے بے خبر لوگ ہیں جو کسی شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قائدِ اعظمؒ کے نزدیک پاکستان میں اوّل و آخر اسلامی نظام حیات ہی مقصود تھا۔ وہ دل و جان سے پاکستان میں اسلامی نظام حیات کی ترویج چاہتے تھے۔ ان کے مطابق یورپ کا جمہوری نظام مسلمانوں کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ پاکستان میں جمہوریت کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اسلامی اصولوں کے علاوہ کسی ازم، سوشلزم یا نیشنل سوشلزم یا سیکولرازم کے حق میں قطعاً نہیں تھے۔

اسلامی جمہوریت

اپنے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے 21 فروری، 1948ء کو فرمایا:

> ''ہم نے پاکستان کی جنگ آزادی جیت لی ہے مگر اسے برقرار رکھنے اور مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کی سنگین ترین جنگ ابھی جاری ہے اور ہمیں ایک بڑی قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنی ہوگی۔ فطرت کا اٹل اور سفاک قانون ہے ''بقائے اصلح''۔ ہمیں خود کو اس نئی آزادی کا اہل ثابت کرنا ہے۔ فاشیت کے خطرات سے دنیا کو بچانے اور اسے جمہوریت کے لئے محفوظ بنانے کی خاطر کرۂ ارض کے دور دراز حصوں میں جا کر آپ نے میدان جنگ میں داد شجاعت حاصل کی ہے مگر اب آپ کو اپنے ہی وطن کی سرزمین پر اسلامی جمہوریت،

> اسلامی معاشرتی عدل اور مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے۔ آپ کو ان کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑے گا، ہمہ تن ہوشیار رہنا ہوگا۔"[23]

اسی بات کو قائداعظمؒ کے ایک جملے میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے جب آپ نے اسلامی اصولوں کی روشنی میں پاکستان میں سب مسلمانوں کی برابری کی بات کی تھی۔ ایک حوالے کے مطابق دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسے میں کسی نے فرط جذبات میں قائداعظمؒ کو مخاطب کرتے ہوئے "شاہ پاکستان زندہ باد" کا نعرہ لگایا۔ اس پر آپ خوش نہیں ہوئے بلکہ اس کو ناپسند فرماتے ہوئے تنبیہ کی کہ:-

> "دیکھئے آپ لوگوں کو اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ پاکستان میں کوئی بادشاہ نہیں ہوگا۔ وہ مسلمانوں کی ری پبلک ہوگی جہاں سب مسلمان برابر ہوں گے، ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہوگی"۔[24]

پاکستان کا مطلب کیا

تاریخ اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران جو نعرہ سب سے زیادہ مقبول ہوا وہ یہی تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ"۔ یہی وہ موقف تھا جو قائداعظمؒ کے نزدیک مسلمانانِ ہند کے مستقبل کے لئے اہمیت کا حامل تھا۔ اسی ایک نکتے کے گرد ساری تحریک کا دارومدار تھا۔ قائداعظمؒ نے اسی اصول کے تحت حصولِ پاکستان کی جنگ لڑی اور اسی کو ملک کے قیام کے بعد رائج کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اسی سلسلے میں ایک حوالے کے مطابق "مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے "دارالسلام" کا جو نقشہ پیش کیا تھا، قائداعظمؒ بھی اسی کے

مطابق ''نظام پاکستان'' چاہتے تھے''[25]

یہ امر واضح رہے کہ آپ کے نزدیک اسلامی جمہوریت اہمیت کی حامل تھی۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ:-

''جہاں تک میں نے اسلام کو سمجھا ہے وہ کسی ایسی جمہوریت کی تلقین نہیں کرتا جس کی بنا پر مسلمانوں کی قسمت کے فیصلوں کا اختیار غیر مسلم اکثریت کے ہاتھوں میں چلا جائے۔ مغرب کے مختلف ممالک میں عام طور پر مختلف نوع کی جمہوریت ہوتی ہے چنانچہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں کے حالات یورپ سے مختلف ہیں برطانوی بنا عتی طرز حکومت اور نام نہاد جمہوریت قطعی ناموزوں ہے۔''[26]

نصب العین

اسلام کے حوالے سے پاکستان کے نصب العین کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے 26 مئی 1940ء کو فرمایا تھا:

''ہمارا نصب العین اور ہماری جدوجہد کسی فرقے اور قوم کو نقصان پہنچانا نہیں ہے اور نہ دوسروں کی ترقی اور مفاد میں روڑے اٹکانا ہمارا منشا ہے بلکہ ہم اپنی حفاظت آپ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس ملک میں باعزت اور آزاد انسانوں کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہیں اور آزاد ہندوستان میں ''آزاد اسلام'' کی تمنا رکھتے ہیں''۔[27]

اسلام اور اسلامی اقدار

قائداعظمؒ پاکستان میں اسلامی نظام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آزاد اور خودمختار مملکت کے

قیام کے متمنی تھے اور اسی مقصد کے لئے دن رات جدوجہد کرتے رہے۔ 17 ستمبر 1939ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس دہلی کے موقع پر آپ نے فرمایا تھا ”مسلم لیگ آزاد اور خود مختار اسلام کی مدعی ہے اور اسلام ہر مسلمان سے متوقع ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے“۔[28]

قائداعظمؒ کے ان بیانات سے کیا یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ ان کے نزدیک اسلام اور اسلامی اقدار کی بہت قدر و قیمت تھی۔ وہ قوم کو اسلام یا اسلامی اقدار کے تحفظ کے لئے ہمہ تن تیار کرتے رہتے تھے۔ اس حوالے سے 10 مارچ 1941ء کو انجمن اتحاد طلباء جامعہ اسلامیہ علیگڑھ کے ایک جلسے میں فرمایا تھا کہ ”عملی لحاظ سے پاکستان ہی آپ کا وہ واحد مقصد ہے جس کے ذریعے سے آپ اس ملک میں اسلام کو قطعاً فنا ہونے سے بچا سکتے ہیں“۔[29]

21 نومبر 1942ء کو ٹاؤن ہال لاہور میں خواتین کو خطاب کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی عدل و انصاف کے احیاء کے بارے میں اس طرح فرمایا ”ہم اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے علاقہ مانگتے ہیں جس میں ہم اسلامی عدل و انصاف کی تاریخ دہرائیں گے“۔[30]

11 جنوری 1946ء کو مسلمانانِ حیدر آباد دکن کے ایک عظیم الشان اجتماع میں پاکستان کے قیام کے مقاصد کا احاطہ کرتے ہوئے فرمایا ”پاکستان کے مطالبے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کی اکثریت کے علاقوں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی کی فضا میں زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہو جائے“۔[31]

اسلامی تہذیب و ثقافت

ذرا غور فرمایئے اس بیان میں کتنی صداقت اور وضاحت ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی اور مسلمانوں کا بنیادی مطالبہ ہی یہ تھا کہ اُن کو ایسا ملک حاصل ہو جائے جہاں وہ اپنی تہذیب و ثقافت کی روشنی میں زندگی بسر کر سکیں۔ جب قائداعظمؒ کہتے ہیں کہ

مسلمانوں کوان کی اکثریت کے علاقوں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی کی فضا میں زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہو جائے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ برصغیر میں زمین کا ٹکڑا حاصل ہو جانے کے بعد وہ اس حصے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق نظام رائج کرنا پسند کریں گے۔ ان کا یہ مطمحِ نظر ایک بار نہیں بلکہ کئی بار سامنے آیا جس سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ قائداعظمؒ ہر قیمت پر پاکستان کو اسلامی اصولوں کے تحت ہی پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے۔

رائٹر کے نمائندے کو انٹرویو

یاد رہے کہ قائداعظمؒ نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریت پر بھی زور دیا۔ پاکستان کے مرکزی نظام کے بارے میں اُنہوں نے 21 نومبر 1946ء کو رائٹر کے نمائندے مسٹر ڈون کیمبل سے ایک انٹرویو کے دوران واضح کیا کہ:۔

> ''پاکستان کے مرکزی نظام اور اس کی وحدانیتوں کے نظام حکومت کا فیصلہ تو پاکستان کی مجلس دستور ساز کرے گی البتہ پاکستان کا طرز حکومت صرف جمہوری ہوگا۔ اس کی پارلیمنٹ اس کی وزارت (جو پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوگی) دونوں ہی عموماً رائے دہندگان اور عوام کے سامنے جوابدہ ہونگی جس میں کسی ذات، نسل یا فرقہ کی تفریق نہیں کی جائے گی اور عوام ہی اپنی حکومت کی پالیسی اور پروگرام کے متعلق آخری فیصلہ کریں گے''۔ [32]

نامہ نگاروں کے ساتھ سوال و جواب

قائداعظمؒ کی زیر بحث تقاریر اور بیانات کے حوالے سے بخوبی آگاہی ہوتی ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی شریعت یا اسلامی قانون کا نفاذ چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں

اسلام کا دور دورہ ہو اور لوگ سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوں۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر آ چکا ہے کہ وہ تھیوکریٹک نظام حکومت کے قائل نہیں تھے جس کا ثبوت اُن کے ان جوابات سے ملتا ہے جو اُنہوں نے 13 جولائی' 1947ء کو بعض نامہ نگاروں کے سوالوں کے دیئے۔ آیئے دیکھتے ہیں وہ سوال کیا تھے۔ ایک سوال تو یہ تھا کہ" کیا پاکستان میں ایک غیر مذہبی حکومت الٰہیہ ہوگی یا وہاں حکومت الٰہیہ ہوگی"؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ" آپ لوگ مجھ سے ایسا سوال کررہے ہیں جو بالکل لغو ہے اور جس کے کوئی معنی نہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ حکومت الٰہیہ کے کیا معنی ہوتے ہیں"۔ اس موقع پر ایک اور نامہ نگار نے اپنے تئیں وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "حکومت الٰہیہ کے معنی ایک ایسی حکومت کے ہیں جہاں صرف ایک خاص مذہب کی حکومت ہو۔ مثال کے طور پر مسلمان پوری طرح سے شہری ہوں گے اور غیر مسلموں کو مکمل طور پر وہاں کا باشندہ نہیں سمجھا جائے گا"۔ قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا:۔

> "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اب تک جو کچھ کہا ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے میں کسی بطخ کی پیٹھ پر پانی پھینکتا رہا"۔ (اس جواب پر ایک قہقہہ بلند ہوا اور آپ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا) "مہربانی کر کے آپ ان لغو باتوں کو اپنے دماغ سے نکال دیں جن پر اس وقت گفتگو ہو رہی ہے"۔

اُنہوں نے کہا کہ حکومت الٰہیہ کے کیا معنی ہیں؟ یہ میں بالکل نہیں سمجھتا' اس موقع پر ایک اور نامہ نگار نے کہا کہ حکومت الٰہیہ کا مطلب ہے کہ وہ حکومت جو مولاناؤں کے مشورے سے چلائی جائے۔ اس پر آپ نے کہا کہ" انڈیا کی حکومت کی بابت آپ کی کیا رائے ہے جو پنڈتوں کی طرف سے چلائی جائے گی"۔ (اس جواب پر بھی قہقہہ بلند ہوا)۔ اس موقع پر قائداعظمؒ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ:۔

"جب آپ جمہوریت پر غور کرتے ہیں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی جمہوریت کا مطالعہ کر چکے ہیں"۔[33]

اقلیتوں کے حقوق

کیا یہ جمہوریت کی اعلیٰ مثال نہیں کہ جب پاکستان قائم ہوا تو 11 اگست 1947ء کو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت قائداعظمؒ نے نہیں بلکہ ایک ہندو ممبر اسمبلی مسٹر جوگندر ناتھ منڈل نے کی تھی۔ اس موقع پر قائداعظمؒ نے جو تقریر کی تھی وہ بڑی دوررس تھی۔ اس تقریر میں اُنہوں نے اقلیتوں کے تحفظ اور جمہوریت کے حوالے سے پُر مغز باتیں کیں تھیں۔ اُنہوں نے فرمایا تھا:۔

> "حکومت پاکستان میں آپ کو اپنے مندروں اور پرستش گاہوں میں جانے کی آزادی ہے۔ آپ کسی بھی مذہب کے مقلد ہوں یا آپ کی ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو اس سے پاکستان کی حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے۔ ایک فرقے یا دوسرے فرقے میں کوئی تمیز نہیں ہوگی۔ نہ ذات اور عقیدوں کی تمیز یں ہونگی۔ ہم اس بنیادی اصول کے تحت کام شروع کررہے ہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔ ہم کو اپنا مطمح نظر بنالینا چاہیے اور پھر کچھ عرصہ بعد آپ دیکھیں گے کہ ہندو ہندو نہیں رہے گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے مذہب

مٹ جائیں گے کیونکہ مذہب کو ماننا ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے۔ میرا مطلب سیاسی تمیز سے ہے۔ (میری مراد یہ ہے کہ سیاسی لحاظ سے) وہ سب ایک قوم ہو جائیں گے"۔[34]

اس اقتباس میں جو بات کہی گئی ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ آپ نے پاکستان میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا تھا جو کہ اسلامی ریاست کا بنیادی فرض ہے۔ آپ کا یہ اعلان قرآنی احکام کی عین مطابقت میں ہے جن کی اطاعت آپ کے نزدیک ایک اسلامی ریاست میں لازمی حیثیت رکھتی تھی۔ قائداعظمؒ کے اس اعلان کی روشنی میں جس کا تعلق صرف مذہبی آزادی سے ہے اور جو اسلامی ریاست کا ایک اہم اصول ہے' یہ ثابت ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ ملک میں اسلامی اصولوں پر مبنی ریاست چاہتے ہیں۔ قائداعظمؒ کی تقریر کے یہ الفاظ کہ "آپ دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ ساتھ نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان" تو اس کا مطلب یہی ہے کہ جب پاکستان میں سب کے ساتھ بغیر کسی مذہبی تعصب کے مساویانہ اور برابر کے شہریوں کا سا سلوک کیا جائے گا تو وہ منفی جذبات' جو تقسیم سے پہلے کے کشیدہ حالات کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے' ختم ہو جائیں گے اور پاکستان میں رہنے والے مختلف مذاہب کے افراد ریاست پاکستان کے ساتھ مشترکہ وفاداریاں پیدا کر لیں گے۔

قائداعظمؒ کی تقریر کا درج بالا اقتباس اُن کی جمہوریت پسندی کا بہترین عکاس ہے۔ اس اقتباس سے یہ بات کہیں نہیں دکھائی دیتی کہ اُنہوں نے اپنے قومی موقف میں کوئی ردّوبدل کیا ہو۔ بلکہ اس میں تو یہ بات اور بھی کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ پاکستان میں ایسے نظام کا بیج بونا چاہتے تھے جو عین سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو۔

یاد رہے کہ 11 اگست' 1947ء کی تقریر سے قبل قائداعظمؒ کئی مرتبہ اقلیتوں کو یہ یقین دلا چکے تھے کہ نئی قائم ہونے والی مملکت میں انکے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ یکم اپریل'

1944ء کو اپنے خطاب میں قائداعظمؒ نے اقلیتوں کو انصاف کا یقین دلاتے ہوئے کہا تھا کہ "جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو اس وقت فوج اور نظم و نسق کے اعلیٰ افسر ہندو اور سکھ ہوا کرتے تھے۔ اب خواہ کتنا ہی گمراہ کن پروپیگنڈہ کیوں نہ کیا جائے' آخر کار سچائی کی فتح ہو گی۔ ہماری حکومت میں مسلمانوں کا ضمیر ان کو کسی غیر مسلم سے ناانصافی کرنے کی اجازت نہیں دے گا"۔[35]

6 مارچ' 1946ء کو گوہاٹی (آسام) میں تقریر کے دوران قائداعظمؒ نے پاکستان میں اقلیتوں کے بارے میں کہا کہ: "میرا ایمان ہے کہ ایسی حکومت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جو اقلیتوں سے ناانصافی کرے اور انہیں خوف زدہ کرے۔ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ ہو گا اور انہیں تمام جائز مراعات حاصل ہوں گی۔ اس کے متعلق کسی قسم کے خوف یا بدگمانی ضرورت نہیں۔ وہ پاکستان کے ایسے ہی آزاد شہری ہوں گے جیسے کسی اور ملک کے ہو سکتے ہیں"۔[36]

پاکستان کے قیام سے ٹھیک ایک ماہ قبل 13 جولائی' 1947ء کو قائداعظمؒ نے ایک بار پھر پاکستان کی اقلیتوں کو یقین دلایا کہ" اس نئی مملکت میں انکے مذہب' کلچر زندگی اور جائیداد کی پُر امن حفاظت کی جائے گی۔ وہ پاکستان کے مکمل شہری ہوں گے اور اس سلسلے میں کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا"۔[37]

اصولی موقف

اُن کا یہ موقف کسی موقع پر بھی نہیں بدلا بلکہ انہوں نے از سر نو یہ بات پھر زور دے کر اس وقت دہرائی جب آپ نے 11 اکتوبر' 1947ء کو حکومت کے اعلیٰ افسران سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:-

"قیام پاکستان جس کے لئے ہم گذشتہ دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ آج ایک مسلمہ حقیقت ہے (لیکن) اپنے لئے ایک مملکت قائم کرنا ہی ہمارا مقصود نہیں تھا بلکہ یہ ذریعہ تھا حصول مقصد کا۔ (ہمارا) خیال یہ تھا کہ ہم اپنی مملکت کے مالک ہوں جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں۔ جہاں اسلام کے عدل وانصاف و مساوات کے اصولوں کو آزادی سے بر سر عمل آنے کا موقع حاصل ہو"۔ [38]

حضرت عمر فاروقؓ کا نظام حکومت

قائد اعظمؒ کی دلی خواہش تھی کہ پاکستان میں حضرت عمر فاروقؓ کے دور کا نظام حکومت قائم ہو۔ ایسے عناصر جو پاکستان کے بدخواہ تھے (جواب بھی ہیں) کو مخاطب کر کے فرمایا:

"پاکستان قائم ہو چکا ہے اور یہ مسلمانوں کی قربانیوں سے بنا ہے۔ پاکستان کے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں مکمل اتحاد و اتفاق ہو۔ ہمارا خدا ، رسول ﷺ، کلمہ اور قرآن ایک ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایک ہو کر اپنے ملک اور اپنے مذہب کی اشاعت اور ترقی کے لئے انتھک جدوجہد نہ کریں۔ اگر آپ نے مکمل اتحاد و تعاون اور صحیح اسلامی جوش و خروش سے کام کیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان جلد ہی دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہونے لگے گا۔ تعمیر پاکستان کے لئے مسلمانوں کے تمام عناصر اور طبقوں

میں یکجہتی اور اتحاد ضروری ہے۔''

''میں نے مسلمانوں اور پاکستان کی جو خدمت کی ہے وہ اسلام کے ادنیٰ سپاہی اور خدمت گذار کی حیثیت سے کی ہے۔اب پاکستان کو دنیا کی عظیم قوم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کے لئے آپ میرے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔''

''میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے کہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظمؓ کے سنہری دور کی عملی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔خدا میری اس آرزو کو پورا کرے''۔[39]

اقتصادی نظام

اسی حوالے سے آپ کی تقریر کا یہ حصہ بھی اہم ہے کہ جب آپ نے کہا کہ''پاکستان کا اقتصادی نظام اسلام کے غیر فانی اصولوں پر ترتیب دیا جائے گا یعنی ان اصولوں پر جنہوں نے غلاموں کو تخت و تاج کا مالک بنا دیا۔''[40] یاد رہے کہ پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے حوالے سے آپ نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کی رسم افتتاح کے موقع پر یہ وضاحت کی کہ:-

''سٹیٹ بنک آف پاکستان مملکت کے لئے ایک ایسا ٹھوس اقتصادی نظام تیار کرے گا جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ ہمیں اپنا مستقبل اپنے اصولوں پر استوار کرنا چاہیئے تاکہ اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر پاکستان کا اقتصادی اور مالی نظام قائم کیا جائے۔''[41]

کوئی ایسا موقع نہیں کہ جب قائداعظمؒ نے قوم کو یہ باور نہیں کرایا کہ وہ ان کے لئے کیسا ملک قائم کرنے کے خواہشمند ہیں۔ اُن کے ہر پیغام، ہر بیان اور ہر تقریر میں جگہ جگہ اسلامی تاریخ وتہذیب کے حوالے ملتے ہیں۔ وہ ہمیشہ قوم سے یہی توقع کرتے رہے کہ وہ ہم آہنگ ہو کر اسلام کی درخشندہ تاریخ اور شاندار روایات کو تازہ رکھے۔

اسلامی قانون کا نفاذ

اس امر میں تو کوئی دوسری رائے ہے ہی نہیں کہ قائداعظمؒ ہر حالت میں پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا اس حوالے سے ذیل میں قائداعظمؒ کے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ سوال و جوابات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قائداعظمؒ کا نکتۂ نظر واضح ہو سکے۔ دورانِ گفتگو قائداعظمؒ نے فرمایا:-

> ”باقی رہا نظام اسلام کا مسئلہ تو آپ مطمئن رہیں۔ ذرا مجھے مہاجرین کی طرف سے اطمینان ہو جائے اور اسمبلی کو بھی اطمینان نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ بہت جلد دستور پاکستان اصولِ اسلام کے موافق ہو جائے گا۔“[42]

اسی طرح کی ایک اور گفتگو میں قائداعظمؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ کو عندیہ دیا تھا کہ ”چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں اسلامی اور صرف اسلامی ریاست قائم ہو۔“[43]

غیر مسلموں کا اعترافِ حقیقت

یہاں ایک مسیحی لیڈر مسٹر جوشوا فضل دین کے اعترافِ حقیقت کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے پمفلٹ بعنوان Rationale of Pakistan Constitution میں اس بات پر بحث کی تھی کہ پاکستان کے مجوزہ آئین کی بنیاد کیا ہونی چاہیے۔ اس پمفلٹ میں

انہوں نے یہ واضح کیا تھا کہ 1940ء کی قراردادِ پاکستان کی رُو سے مملکتِ پاکستان کے دو بنیادی ستون تھے۔ ایک یہ کہ مملکتِ پاکستان کی بنیاد مذہب پر ہوگی اور یہی وہ قدر مشترک ہے جو مشرقی اور مغربی بازوؤں میں وحدت پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہے اور دوسرا اقلیتوں کے لئے تحفظات کے حوالے سے تھا۔

اس پمفلٹ میں انہوں نے کہا تھا کہ تجویز کردہ آئین کو یہ دونوں شرائط پوری کرنی چاہئیں اور اس کے بعد انہوں نے قائداعظمؒ کی 11 اگست اور 14 اگست 1947ء کی تقاریر کے اقتباسات کے حوالے دے کر کہا تھا کہ ان میں قائداعظمؒ کے نکتۂ نظر کا بنیادی پہلو یہ تھا کہ پاکستان میں بلالحاظ مذہب وملت ہر ایک کو بنیادی حقوق حاصل ہونگے۔ حیرت ہے کہ غیر مسلموں کو تو قائداعظمؒ کی تقریر کا صحیح مفہوم سمجھ میں آ گیا تھا لیکن نہیں آیا تو اُن کی سمجھ میں نہیں آیا جو آئے روز ان کی 11 اگست والی تقریر سے اپنی مرضی کے مطالب نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور بنیادی رُوح کو ہی مسخ کر کے رکھ دیتے ہیں لیکن سچ یہی ہے کہ آج ساٹھ سال گزرنے کے باوجود بھی وہ اپنی منافقانہ روش سے قوم کو اسلام، نظریۂ پاکستان اور دوقومی نظریے کی پہچان سے دور نہیں کر سکے۔

ایک ہندو لیڈر کا بیان

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس پہلو کو ہندوؤں نے کس زاویے سے دیکھا۔ وہ بخوبی آگاہ تھے کہ پاکستان کا مفہوم کیا ہے اور وہاں کس طرح کا نظامِ حکومت ہوگا۔ اس حوالے سے ایک مشہور کانگریسی لیڈر مسٹر کے ایم منشی کا بیان قابلِ ذکر ہے جو انہوں نے لدھیانہ (بھارت) میں ''اکھنڈ بھارت کانفرنس'' کے موقع پر یکم نومبر 1941ء کو دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا:-

> ''تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ پاکستان ہے کیا؟ نہیں معلوم تو سن لیجئے کہ پاکستان کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے ایک یا ایک سے زیادہ علاقوں میں اپنے لئے ایسے

Home Lands بنائیں جہاں زندگی اور طرزِ زندگی قرآنی
اصولوں کے سانچے میں ڈھل سکے اور جہاں اردو اُن کی قومی زبان
بن سکے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ پاکستان مسلمانوں کا ایک
خطۂ ارض ہوگا جہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔"[44]

ہم دیکھتے ہیں کہ قائداعظمؒ اس فلسفے کو لے کر ثابت قدمی سے آگے بڑھتے گئے۔ انہوں نے تحریکِ پاکستان کے دوران کسی بھی موقع پر اپنے بنیادی نکتۂ نظر سے انحراف نہیں کیا۔ انہوں نے بارہا کہا کہ حصولِ پاکستان سے مراد یہ نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں بلکہ اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہم نے صرف آزادی ہی حاصل نہیں کرنی بلکہ ہم نے اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اپنے ملک میں اسلامی تصورات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ وہ فرماتے تھے کہ ہمارا دین ہمیں ضابطۂ حیات دیتا ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری راہنمائی کرتا ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہو کر اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

طلبا سے سوال و جواب

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے طلباء سے ملاقات کے دوران آپ نے طلباء کے سوالات کے جوابات کے ذریعے اپنے مؤقف کو بڑے جامع انداز میں بیان کرتے ہوئے مملکتِ پاکستان کے حصول کا منشاء و مقصود پوری طرح واضح کر دیا تھا۔ اس حوالے سے اورینٹ پریس کے نمائندے نے ایک رپورٹ مرتب کی تھی جس کے ضروری حصے سوالات و جوابات کی شکل میں درج ذیل ہیں:-

سوال 1: "مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں"؟

جواب: "جب میں انگریزی میں مذہب (Religion) کا لفظ

سنتا ہوں تو اس بات اور محاورے کے مطابق لامحالہ میرا ذہن
خدا اور بندے کے باہمی پرائیوٹ تعلق کی طرف منتقل ہو جاتا ہے
لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک'
مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں
نہ ملّا' نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے
قرآن مجید اور قوانینِ اسلام کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی
ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں اسلامی زندگی کے ہر
باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا
معاشرتی' سیاسی ہو یا معاشی' غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی
تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآنِ کریم کی اصولی ہدایات
اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کیلئے بہترین ہیں بلکہ اسلامی ملکوں
میں غیر مسلموں کے لئے حُسنِ سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے'
اس سے بہتر کا تصور نا ممکن ہے۔''

''آپ نے غور کیا کہ قائداعظمؒ نے قرآنِ حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں مستقبل کی اسلامی حکومت کے حوالے سے اپنے خیالات کا واضح طور پر اظہار کیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لئے قرآن کے اصولوں کی روشنی میں طریقِ کار واضح کر دیا ہے۔'

اب دوسرے سوال کی طرف آتے ہیں جو قائدِ اعظمؒ سے کیا گیا۔ وہ یہ تھا:

سوال 2: ''اس سلسلے میں اشتراکی حکومت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

جواب: ''اشتراکیت' بالشویت یا اسی قسم کے دیگر سیاسی اور معاشی

مسالک، درحقیقت اسلام اور اس کے نظامِ سیاست کی غیر مکمل اور
بھونڈی سی نقلیں ہیں۔ ان میں اسلامی نظام کے اجزاء کا ،مار بط اور
تناسب نہیں پایا جاتا۔"

اس جواب میں آپ نے اسلام سے ہٹ کر ہر قسم ۔کے نظام کو کھلے الفاظ میں رد کر دیا ہے۔ اب آخری سوال کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں جو اس بات کا غماز ہے کہ آپ کے نزدیک قرآنی تعلیمات پر مبنی نظام ہی قابلِ قبول تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ سوال کیا تھا اور آپ نے اس کا جواب کیا دیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگرچہ درج ذیل جواب کا متن گذشتہ صفحات میں مختلف پیرائے میں زیرِ بحث آ چکا ہے لیکن یہاں سوال و جواب کی ترتیب کے حوالے سے ازسرِ نو زیرِ تحریر لایا جا رہا ہے تا کہ قائدِ اعظمؒ کے انٹرویو کا تسلسل قائم رہے۔

سوال 3: "اسلامی مملکت کے تصور کی امتیازی خصوصیت کیا ہے؟"

جواب: "اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیشِ نظر رہنا
چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا وجود خدا کی ذات ہے جس
کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآنِ مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں
اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی نہ کسی اور شخص یا ادارہ
کی۔ قرآن کریم کے احکامات ہی سیاست و معاشرت میں ہماری
آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت'
دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول و احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے
لئے آپ کو لامحالہ علاقے اور مملکت کی ضرورت ہے۔"[45]

نواب بہادر یار جنگ سے سوال و جواب

اس حوالے سے آل انڈیا مسلم لیگ ۔کے سالانہ اجلاس کراچی منعقدہ 1943ء کے

موقع پر بھی آپ نے نواب بہادر یار جنگ کے اصرار پر واضح کر دیا تھا کہ وہ پاکستان میں ماسوا اسلامی نظام کے کوئی دوسرا نظام نہیں چاہتے۔ بہادر یار جنگ نے قائداعظمؒ کو مخاطب کر کے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کے پاکستان میں اسلام سے ہٹ کر کسی اور نظام کو جس میں خدا کی نفی کی گئی ہو ترجیح دی جائے گی؟ اور اگر ایسا ہے تو ہمیں ایسا پاکستان نہیں چاہئے۔ اس پر قائداعظمؒ نے فوراً نفی میں جواب دیا اور کہا کہ یہ میرے لئے ایک چیلنج ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور یقین رکھیں کہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

کیا ایسے وضاحتی سوال اور ٹھوس جواب کے بعد کوئی اور دلیل رہ جاتی ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ قائدِاعظمؒ کے تصور میں کسی اور قسم کا پاکستان تھا۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس موقع پر قائداعظمؒ کی موجودگی میں نواب بہادر یار جنگ نے پاکستان کے آئین کے حوالے سے یہ کہا تھا کہ مملکت پاکستان کا آئین اسلامی اصولوں پر مبنی ہوگا۔ اُنہوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اس بات میں کوئی ابہام نہیں کہ ہم پاکستان کا قیام اس لئے چاہتے ہیں کہ وہاں قرآنی قوانین پر مبنی حکومت قائم کی جائے جس سے ہماری زندگی میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی پاکیزگی، شان و شوکت اور عظمت رفتہ کی بحالی سے ایک انقلاب آ جائے گا۔ نواب بہادر یار جنگ نے نوجوانوں کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میں ایسے نظام سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس میں خدا کی نفی ہو اور جو اسلام کی تعلیمات کے منافی ہو۔ اُنہوں نے پنڈال میں موجود ایسے لوگوں کو جو کارل مارکس کے فلسفے کے تحت خدا کی نفی کی بنیاد پر اپنا معاشی نظام ترتیب دینے کے حق میں تھے، مخاطب کر کے کہا کہ وہ پنڈال سے باہر چلے جائیں۔ اس کے بعد بہادر یار جنگ نے قائداعظمؒ کی طرف رُخ کر کے کہا کہ "جناب قائداعظمؒ! ہم نے پاکستان کو اسلام کی روشنی میں اس طرح سمجھا ہے۔ اگر آپ کا پاکستان ایسا نہیں ہے تو پھر ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس پر قائداعظمؒ نے نواب بہادر یار جنگ کے خیالات کی تائید کرتے

ہوئے فرمایا ''یہ میرے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے''۔[46]

ایک حوالے کے مطابق اس موقع پر ''قائداعظمؒ نے میز کو اپنے انگوٹھوں سے بجاتے ہوئے بھرپور تائید وحمایت اور ستائش کا تاثر دیا تھا''۔[47] اس ردِعمل سے ان کی مراد ظاہر ہے یہ تھی کہ وہ پاکستان میں ہر ممکن طریقے سے اسلامی نظام مملکت رائج کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلامی معیشت

قائداعظمؒ اس بات پر پختہ یقین رکھتے تھے کہ مسلمانوں کو کسی پروگرام کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے پاس تو تیرہ سو برس سے قرآن پاک کی شکل میں ایک مکمل پروگرام موجود ہے۔ ''قرآن پاک میں ہی ہماری اقتصادی، تمدنی و معاشرتی اصلاح وترقی کے علاوہ سیاسی پروگرام بھی موجود ہے۔ میرا اس قانون الٰہیہ پر ایمان ہے اور جو میں آزادی کا طالب ہوں وہ اس کلام الٰہی کی تعلیم ہے''۔[48]

یاد رہے کہ قائداعظمؒ اسلامی معیشت کو بھی اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کے خواہشمند تھے۔ پاکستان کا معاشی پہلو ان کی نظر سے مخفی نہیں تھا۔ اس حوالے سے آپ نے جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا تھا کہ:-

''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی مجلسِ تحقیق، بنکاری کے ایسے طریقے کیوں کر وضع اور اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں، کیونکہ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی تعلقات کے

سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم
مسلمانوں کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیں گے۔"[49]

جاگیرداری نظام کی مخالفت

قائداعظمؒ بلاشبہ ایک مدبّر شخصیت تھے۔ وہ ایک انتہائی قابل سیاستدان اوراونچے درجے کے وکیل تھے لیکن اقتصادی معاملات سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے اور پاکستان سے قبل اور قیامِ پاکستان کے بعد کی اقتصادی پالیسی پر گاہے بگاہے اظہارِ خیال کرتے رہتے تھے۔ یہاں یہ امر واضح کرنا ضروری ہے کہ قائداعظمؒ سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام کو قطعاً ناپسند کرتے تھے۔ 24 مارچ 1943ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک اجلاس سے خطاب کے دوران آپ نے کہا:۔

"میں ضروری سمجھتا ہوں کہ زمینداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کر
دوں کہ اس طبقے کی خوشحالی کی قیمت عوام نے ادا کی ہے۔ اپنی
مقصد براری کے لئے عوام کا استحصال کرنے کی خُوئے بد ان کے
خون میں رچ بس گئی ہے۔ وہ اسلامی احکام کو بھول چکے ہیں۔"[50]

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ قائداعظمؒ پاکستان کو معاشی طور پر مضبوط اور مستحکم بنانے کے خواہشمند تھے اور پاکستان کے قیام کا ایک مقصد مسلمانوں کی اقتصادی ترقی بھی تھا۔ قیامِ پاکستان کے دوران آپ نے ایک موقع پر فرمایا تھا "مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس کے لئے انہیں انگریزوں اور ہندوؤں کے چُنگل سے آزاد کرانا ہوگا۔"[51] ایک حوالے کے مطابق "قیامِ پاکستان کے محرکات میں ہندوؤں کی اقتصادی اجارہ داری اور مسلمانوں سے ناانصافی کا طویل سلسلہ بھی شامل تھا۔"[52]

اس پس منظر میں مسلمانانِ ہند کے لئے اپنا علیحدہ وطن بنائے بغیر اپنی اقتصادی ترقی اور ہندوؤں کی معاشی غلامی اور استحصال سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی لہذا اُن کا مطالبہ

پاکستان جہاں زور آور اکثریتی قوم کے سیاسی غلبے سے نجات کا راستہ دکھائی دیتا تھا وہاں اُن کو پاکستان کے مطالبے میں استحصال سے پاک اقتصادی مساوات کا پیغام بھی ملتا تھا۔ ویسے بھی جب ہم نظریۂ پاکستان کے معاشی پہلو پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ امر واضح ہوتا ہے کہ قیامِ پاکستان کا ایک پہلو مسلمانوں کو معاشی ترقی اور ہندوؤں کی اقتصادی غلامی اور استحصال سے نجات دلانا بھی تھا۔

معیارِ معیشت

قائداعظمؒ کے تصورِ مملکت میں ایک بنیادی نقطہ یہ پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ آپ کے نزدیک قائم ہونے والے پاکستان میں غرباء کے لئے معیارِ معیشت بلند ہونا تھا۔ اپریل 1942ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ:۔

> ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل ہمیشہ غرباء کے ساتھ ہے اور انکے لیے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا غرباء محسوس کرتے جائیں گے کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اگر میں کامیاب ہو گیا تو اس امر سے کمال مسرت ہو گی اور یہ میرے لیے ایک انعام ہو گا کہ غرباء کا معیار معیشت بلند ہو گا۔ ہم پاکستان کا مطالبہ کر رہے ہیں' ہم اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ اگر اس حکومت میں انسانوں کے لیے مساوات نہیں تو کس کام کی؟ اگر وہ حکومت غرباء کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہے تو اس کے قیام اور وجود سے کیا حاصل۔ ہماری جدوجہد کی غایت یہی ہے کہ ہم غرباء کی بہبود کے لیے ہر ممکن جدوجہد کر سکیں''۔[53]

سماجی انصاف

یاد رہے کہ قائداعظمؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سماجی انصاف اور انکے سیاسی و جمہوری حقوق کے حصول کے لئے متحدہ ہندوستان کے پس منظر میں بھی تگ و دو کی اور اسے یقینی

بنانے کے لئے علیحدہ مملکت کی تجویز پیش کی۔ سماجی انصاف کے ضمن میں قائداعظمؒ کے خیالات میں ذرہ برابر بھی اشکال وابہام موجود نہیں۔ غور فرمایئے کہ 1926ء میں قائداعظمؒ اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کر رہے تھے کہ:۔

"اس حقیقت کے علاوہ کہ مسلمانوں کے ساتھ بہرحال انصاف ہونا چاہیے میں اس بات پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ مسلمانوں کا کاز (Cause) اور مسلمانوں کی ترقی خود ہندوستان کا کاز ہے۔ اگر ہم سوراج حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کسی بھی گروہ کو پسماندہ رہنے کے لیے چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو آگے بڑھنے سے روکا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کا پسماندہ رہنا نہ صرف ان کے نکتۂ نظر سے مُضر ہے بلکہ یہ قومی نقطۂ نظر سے بھی ایک رکاوٹ اور نقصان دہ چیز ہے"۔[54]

سماجی انصاف کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے 1934ء میں قائداعظمؒ نے کہا تھا کہ "ہندو اور مسلمان ایک جسم کے دو بازو ہیں مگر ایسا جسم کس کام کا جس کا ایک بازو فالج زدہ ہو۔ مفلوج شدہ ہاتھ کو مضبوط کرنے کے لئے آپ جسم کو مضبوط بنا سکتے ہیں۔ آپ ہندو مسلم اتحاد اس وقت تک قائم نہیں کر سکتے جب تک مسلمان سماجی، تعلیمی اور سیاسی طور پر اپنی موجودہ پسماندہ صورت حال سے دوچار ہیں"۔[55]

پاکستان کا مطالبہ سامنے آنے کے بعد قائداعظمؒ نے مسلمانوں کی مجوزہ مملکت کے حوالے سے مختلف موقعوں پر جو بیانات دیئے ان میں سماجی انصاف کا موضوع تکرار کے ساتھ سامنے آیا۔ یہاں یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ آگے چل کر جن علاقوں میں پاکستان کا قیام عمل میں آنا تھا وہاں جاگیرداری نظام اور وڈیرا ازم اپنی بدترین شکل میں روبہ کار تھا۔ اس لیے یہاں کے عوام نے قائداعظمؒ کی آواز پر لبیک کہا کیونکہ انہیں یہ آس بندھ چلی تھی کہ آئندہ پاکستان میں انہیں سماجی انصاف مل سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی طالع آزماؤں کے مقابلے میں سماجی

انصاف کے متلاشی مظلوم عوام نے قائداعظمؒ کا کھل کر ساتھ دیا تھا۔

معاشی استحصال کا خاتمہ

قائداعظمؒ کا خیال تھا کہ پاکستان کے قیام کی صورت میں عوام کے معاشی استحصال کا خاتمہ ہو جائے گا۔ انہوں نے ایک مرتبہ اس امر کے حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر پاکستان کا حصول مسلمانوں کے لئے معاشی استحصال کا تدارک نہیں کر سکتا تو پھر ایسے پاکستان کے لئے جدوجہد کس کام کی۔ یہ حوالہ لامحالہ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور زمینداروں کے غلبہ کے حوالے سے تھا جنہوں نے عوام کو معاشی طور پر غلام بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس استحصالی طبقے کو بروقت وارننگ بھی دی۔ چونکہ ان کے خیال میں پاکستان کے قیام سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت سدھرنے کا امکان تھا لہٰذا ان کے نزدیک پاکستان کا قیام معاشی نقطۂ نظر سے مسلمانانِ ہند کے لئے بے حد ضروری تھا۔

قیامِ پاکستان سے قبل قائداعظمؒ نے ایک انگریز صحافی بیورلے نکولس سے اپنے انٹرویو میں پاکستان کے معاشی تصور اور اقتصادی مسائل پر کھل کر اظہارِ خیال کیا تھا اور دشمنوں کے اس پراپیگنڈے کو رد کیا تھا کہ پاکستان معاشی طور پر خود کفیل نہیں ہوگا بلکہ غریب اور پسماندہ ہوگا۔ ان کے نزدیک پاکستان کے قیام سے مسلمانوں کی اخلاقی فلاح اور مادی ترقی کی راہ نکلتی تھی۔ برصغیر کے مسلمانوں کا جو معاشی استحصال کیا جا رہا تھا، قائداعظمؒ اس کے بارے میں اکثر غور و خوض کرتے رہتے تھے۔ بہت پہلے غالباً 1918ء میں بھی آپ نے ایک موقع پر فرمایا تھا "مسلمانانِ ہند کی اقتصادی آزادی اور ثقافتی اقدار کے تحفظ کے مسائل بلاشبہ انتہائی اہم اور سنگین ہیں اور میں ہمہ وقت اس کے مناسب حل کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں"۔[56]

اس حوالے سے سٹیٹ بنک کی افتتاحی تقریب کے موقع پر آپ نے کتنے خوبصورت انداز میں مغرب کے معاشی نظریے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

"مغرب کے معاشی نظریے اور معمول کو اختیار کرنے سے ہمیں اپنے نصب العین عوام کو خوش حال اور خوشنود بنانے کے حصول میں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ ہمیں اپنے مقدر کو اپنے طریقے پر بنانا چاہیئے جو انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی تصوّرات پر مبنی ہو۔"[57]

14 اگست 1948ء کو پاکستان کی پہلی سالگرہ کے موقع پر قائد اعظمؒ نے اپنے پیغام میں پاکستان کی معاشی صورت حال پر اس طرح اظہار خیال کیا:

"ہمارے دشمنوں نے پاکستان کو پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ کر مار دینے کی کئی طریقوں سے کوششیں کیں اور ان کی تمام کوششیں ناکام رہیں اور مایوس ہو کر انہوں نے سمجھا کہ معاشی سازشوں سے وہ مقصد آسانی سے حاصل ہو جائے گا جو ان کے دل کے بہت قریب ہے۔ انہوں نے پیش گوئی کی کہ پاکستان بہت جلد دیوالیہ ہو جائے گا اور یوں دشمن کی بھڑکتی ہوئی آگ جو مقصد حاصل نہ کر سکی وہ مملکت کے بگڑے ہوئے اور تباہ شدہ حالات سے بخوبی حاصل ہو جائے گا۔ لیکن ان جھوٹے نجومیوں کو زبردست مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ہمارا پہلا بجٹ اللہ کے فضل و کرم سے فاضل بجٹ ہے۔ تجارت کا توازن ہمارے حق میں ہے اور معاشی میدان کے ہر شعبے میں ترقی صاف نظر آتی ہے۔"[58]

قائد اعظمؒ کی تقریر کے درج بالا اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے معاشی محرکات اور اقتصادی مسائل کو انہوں نے آخری دم تک بہت اہمیت دی۔ درحقیقت وہ

ملک کو اقتصادی طور پر خود کفیل دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی جمہوری فلاحی مملکت ہی پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد تھا۔ آپ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر ملاحظہ فرمایئے جس میں آپ نے فرمایا ''اگر ہم اس عظیم مملکت کو خوش اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پوری توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی۔''[59]

اسلامی نظریاتی ریاست

اس ساری بحث سے بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ قائدِ اعظمؒ نے پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی جو اسلامی معاشرتی انصاف اور مساوات کے اصولوں پر قائم ہوگی۔ جہاں تک سیاسی نظام کا تعلق ہے انہوں نے 8 نومبر 1945ء کو کہا تھا:

> ''سیاسی طور پر پاکستان ایک جمہوری ریاست ہوگی۔ یہ ایک مسلمان ریاست ہوگی جس میں کسی فرقے کے مابین کوئی معاشرتی، سماجی دیواریں حائل نہیں ہونگی۔ ہم مسلمان انسانی مساوات اور برابری کے بنیادی اصولوں پر یقین رکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔''[60]

بلاشبہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے جس کا قیام اسلام کے آفاقی نظریے کی بنیاد پر ہوا۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلمانانِ ہند اور قائداعظمؒ کے ذہن میں یہی مقصد نقش تھا کہ وہ ایک ایسی ریاست کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں جہاں اسلامی نظام مکمل طور پر رائج ہوگا۔ مسلمانوں نے جب ''پاکستان کا مطلب کیا'' ''لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ لگایا تھا تو وہ محض ایک رسمی نعرہ نہیں تھا بلکہ وہ مسلمانانِ ہند کے مستقبل کے لائحہ عمل، پروگرام اور پالیسی پر عملدرآمد کے لئے ایک ٹھوس قدم کی طرف اشارہ تھا اور قائداعظمؒ کی راہنمائی میں واضح طور پر اسلامی مملکت کا تصور موجود تھا۔ اس حوالے سے اُن کی تقاریر کے تمام ممکنہ اقتباسات کو سند کے ساتھ پیش کیا گیا

ہے جس میں انہوں نے جا بجا اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیا ہے۔

استحصالی طبقے کی سرزنش

یاد رہے کہ قائداعظمؒ نے پاکستان میں تھیوکریسی کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ ان کے نزدیک عوام کا معاشی استحصال بھی قابلِ گرفت تھا۔ انہوں نے قیامِ پاکستان سے قبل ہی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو سخت الفاظ میں تنبیہہ کر دی تھی کہ وہ غریب عوام کے خون پسینے پر اپنے محلات قائم کرنے سے باز آ جائیں۔ انہوں نے استحصالی طبقے کی سرزنش کرتے ہوئے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ''کیا یہی تہذیب اور ترقی ہے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصد ہے؟ کیا آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ کروڑوں کا استحصال کیا گیا ہے۔ اب ان کے لئے دن میں ایک وقت کا بھی کھانا حاصل کرنا ممکن نہیں رہا۔'' ایسی تکلیف دہ کیفیت بیان کرنے کے بعد آپ نے سوال کیا کہ ''اگر پاکستان کا حصول اس میں تبدیلی نہیں لا سکتا تو میں اسے نہ حاصل کرنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔''

یہ بات آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس دہلی منعقدہ 24 مارچ 1943ء کے موقع پر کہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ قیامِ پاکستان سے چار سال قبل سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو یہ وارننگ دے رہے تھے اور اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا تھا کہ اگر ہم پاکستان میں عوام کی فلاح و بہبود کا بندوبست نہیں کریں گے تو پھر ایسی ریاست کے قیام کا کوئی فائدہ نہیں۔

اسی بات کو آپ نے 26 مارچ 1948ء کو شرقی پاکستان میں چاٹگام کے مقام پر ایک استقبالیے میں زور دے کر کہا تھا کہ:

> ''جب آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کی تعمیر سماجی انصاف اور اسلامی

انصاف کی مضبوط بنیادوں پر ہونی چاہیے‘ جن میں اخوت و
مساوات پر زور دیا گیا ہے تو آپ میرے اور لاکھوں مسلمانوں کے
جذبات ہی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسی طرح جب آپ سب کے
لئے مساوی مواقع مانگتے اور ان کی تمنا کرتے ہیں تو آپ میرے
ہی خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ترقی کے ان مقاصد کے
بارے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ ہم نے پاکستان کا
مطالبہ اسی لیے کیا تھا‘ اس کی خاطر جدوجہد کی تھی اور اسے حاصل بھی
کیا تھا کہ اپنے معاملات کو اپنی روایات اور اپنے دل و دماغ کے
مطابق انجام دینے میں جسمانی اور روحانی طور پر آزاد ہوں۔
اخوت، مساوات اور حریت یہ ہیں ہمارے مذہب اور تہذیب کے
بنیادی نقطے، ہم نے حصولِ پاکستان کی خاطر اس لئے جنگ کی کہ
برصغیر میں ان انسانی حقوق کے پامال ہونے کا خدشہ تھا۔ ہم نے
اعلیٰ اصولوں کی تمنا کی کیونکہ ہم غیر ملکی حکمرانوں اور ذات پات پر
قائم ایک سماجی نظام کی دوہری حاکمیت کا شکار رہے تھے۔“[61]

یہ امر ذہن نشین رہے کہ قائداعظمؒ نے نہ صرف ملک کے اسلامی، سیاسی اور معاشی نظام کی وضاحت کی بلکہ استحکامِ پاکستان کے حوالے سے بھی راہنمائی عطا فرمائی۔ اس حوالے سے صوبائی عصبیت، اندازِ حاکمیت‘ آئین کی پاسداری اور ملک سے وفاداری جیسے اہم پہلوؤں کو بھی زیر بحث لاتے رہے اور ہر موقع پر قوم کو صحیح راہ عمل دکھاتے رہے۔ انہوں نے امیر اور غریب کے حوالے سے بھی اپنا نکتہ نظر واضح کر دیا تھا تا کہ یہ امر واضح ہو جائے کہ یہ ملک جاگیرداروں یا وڈیروں کے لئے نہیں بنا۔ آپ نے 21 مارچ‘ 1948ء کی تقریر میں کتنے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ:-

”پاکستان میں کسی ایک طبقہ کی لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری کی

اجازت نہیں ہوگی۔ پاکستان میں بسنے والے ہر شخص کو ترقی کے برابر مواقع میسر ہوں گے۔ پاکستان امیروں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لئے نہیں بنایا گیا۔ پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے، پاکستان غریبوں کا ملک ہے، اس پر غریبوں کو حکومت کا حق ہے۔ پاکستان میں ہر شخص کا معیارِ زندگی اتنا بلند کیا جائے گا کہ غریب اور امیر میں کوئی تفاوت باقی نہیں رہے گا۔ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلام کے غیر فانی اصولوں پر ترتیب دیا جائے گا اور ان اصولوں پر جنہوں نے غلاموں کو تخت و تاج کا مالک بنا دیا تھا۔"[62]

اسلامی جمہوری فلاحی ریاست

کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قائدِ اعظمؒ پاکستان کو ایسی مملکت کی حیثیت سے دیکھتے تھے جس مملکت میں کوئی کسی کا استحصال نہ کر سکے۔ ان کے تصور میں ایسی ریاست تھی جہاں مساوی تقسیمِ دولت کا اصول کارفرما ہو اور جو اقتصادی نظام اسلام کے لافانی اصولوں کی بنیاد پر قائم ہو۔

اس گفتگو کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں قائداعظمؒ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے کے خواہشمند تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آیا ہے کہ ان کی خواہش تھی کہ پاکستان حضرت عمر فاروقؓ کے سنہری دور کی عملی تصویر بن جائے۔ کس قدر سچائی تھی اُن کی باتوں میں جب وہ پاکستان کو حقیقتاً ایک ایسی ریاست دیکھنا چاہتے تھے جہاں انصاف، رواداری، برابری اور مساوات کا دور دورہ ہو۔ اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ قائداعظمؒ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے تھے جس کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ کیا یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ ایک کروڑ مسلمانانِ ہند کی ہجرت کا اصل مقصد

اسلامی اور نظریاتی ریاست کا قیام ہی تھا؟

قائداعظمؒ کی تقریروں اور بیانات کا بغور تجزیہ کریں تو ان میں اسلام' اسلامی روایات' اسلامی تعلیمات' قرآن اور حضور اکرم ﷺ کے حوالے اس طرح سجے ہیں جیسے نگینے۔ اسلام اور اسلامی روایات قائداعظمؒ کے بیانات کی روح ہیں لیکن ایسے ظالم اور منافق لوگ بھی ہمارے درمیان موجود ہیں جو اُن کے خلوص کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے بیانات کو سمجھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی میں اسلامی طرزِ فکر کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ وہ ایک مخلص مسلمان اور اسلام کے سچے پیروکار تھے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظام رائج کرنے کے آرزومند تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اکتوبر 1939ء میں منعقد ہونے والے اجلاس میں آپ نے مسلمانانِ ہند اور اسلام سے اپنی وابستگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا:-

> ”مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا' دولت' شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اٹھائے۔ اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی۔ میں آپ کی داد اور شہادت کا طلبگار نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل' ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح' تم نے مدافعتِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم نے مسلمانوں کی حمایت کا فرض بجالایا۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں علمِ اسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔“[63]

حوالہ جات

-1 مجلہ پاکستانیات‘ جلد دوم‘ ص 129‘ پاکستان سٹڈی سنٹر‘ کراچی یونیورسٹی‘ کراچی

-2 وحید احمد‘ The Nation's Voice جلد چہارم‘ کراچی 2000ء ص 100

-3 اقبال احمد صدیقی‘ قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات‘ جلد چہارم‘ 1946ء تا 1948ء لاہور‘ 1998ء ص 374-375

-4 محمد حنیف شاہد‘ قائداعظمؒ کا پیغام طلبہ کے نام لاہور‘ 1994ء ص 122

-5 بحوالہ سابقہ‘ تقاریر و بیانات‘ جلد سوم‘ جنوری 1942ء تا دسمبر 1945ء ص 509

-6 سید قاسم محمود‘ قائداعظمؒ کا پیغام لاہور‘ 2001ء ص 112

-7 ایضاً۔ ص 113-114

-8 ایضاً۔ ص 116

-9 فتح نصیب چوہدری‘ قائداعظمؒ کا تصور مملکت پاکستان لاہور‘ 1987ء ص 21

-10 ایضاً۔ ص 118

-11 ایضاً۔ ص 104

-12 قائداعظمؒ کا پیغام‘ حوالہ سابقہ‘ ص 100-101

-13 ایضاً۔ ص 99-100

-14 قائداعظمؒ کا تصور مملکت پاکستان‘ حوالہ سابقہ‘ ص 10

-15 قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات‘ حوالہ سابقہ‘ جلد سوم‘ جنوری 1942ء تا دسمبر 1945ء ص 523

-16 قائداعظمؒ کا تصور مملکت پاکستان‘ حوالہ سابقہ‘ ص 14

17- قائداعظمؒ کا پیغام، حوالہ سابقہ، ص 115

18- قائدِ اعظمؒ کا تصور مملکت پاکستان، حوالہ سابقہ، ص 14

19- ایضاً، ص 19

20- قائداعظمؒ تقاریر و بیانات، حوالہ سابقہ، جلد چہارم 1946ء – 1948ء، ص 440

21- قائدِ اعظمؒ کا تصورِ مملکت پاکستان، حوالہ سابقہ، ص 21

22- محمد حنیف شاہد، قائداعظمؒ اور اسلام، لاہور 2001ء، ص 90

23- رئیس احمد جعفری، خطبات قائداعظمؒ، لاہور 1966ء، ص 596-597

24- اردو ڈائجسٹ، ستمبر 1966ء، ص 117

25- منشی عبدالرحمٰن، تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، لاہور 1975ء، ص 55-56

26- خطباتِ قائداعظمؒ، حوالہ سابقہ، ص 210-211

27- ایضاً، ص 223

28- خالد اختر افغانی، حالات قائداعظمؒ، دہلی 1946ء، ص 375-376

29- قائداعظمؒ اور اسلام، حوالہ سابقہ، ص 93-94

30- ایضاً، ص 94

31- ایضاً

32- بحوالہ حالاتِ قائداعظمؒ، ص 707

33- ایضاً، ص 96

34- روزنامہ ڈان (دہلی) 13 اگست 1947ء

35- احمد سعید، گفتار قائداعظمؒ، اسلام آباد، ص 276

36- ہفت روزہ پیسہ اخبار، لاہور، 10 مارچ 1946ء، ص 8

37- ایضاً، 24 جولائی 1947ء، ص 9-10

-38 تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، حوالہ سابقہ، ص 55-56

-39 قائداعظمؒ اور اسلام، حوالہ سابقہ، ص 100

-40 ایضاً، ص 101

-41 نعرۂ حق (مرتب) حمید انور، لاہور، 1953، ص 101

-42 قائداعظمؒ اور اسلام، حوالہ سابقہ، ص 101

-43 غلام احمد پرویز، قائداعظمؒ کے تصور کا پاکستان، لاہور، 1996، ص 76-77

-44 گفتار قائداعظمؒ، حوالہ سابقہ، ص 261

-45 حمید رضا صدیقی، قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے، لاہور، (تاریخ ندارد)؛ قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد چہارم، حوالہ سابقہ، ص 501

-46 ایضاً، ص 37

-47 عمر سلیم، تقسیم ہند کی داستان۔ معاش قرطاس ابیض، لاہور، 1986ء، ص 8

-48 روزنامہ انقلاب، لاہور، 12 جون، 1938ء بحوالہ گفتار قائداعظمؒ، ص 215

-49 سمیع اللہ قریشی، قیامِ پاکستان کا تاریخی اور تہذیبی پس منظر، لاہور، 1981ء، ص 130؛ قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے، حوالہ سابقہ، ص 64

-50 قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے، حوالہ سابقہ، ص 65

-51 ایضاً، ص 66

-52 ایضاً

-53 روزنامہ انقلاب، لاہور، 19 اپریل، 1942ء حوالہ گفتار قائداعظمؒ، ص 265

54. Shan Muhammad, The Indian Muslims-A Documentary Record, 1981, Vol. IV, p. 281,

55. MRA Baig, In Different Saddle, Bombay, 1967, P.129.

56- قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے' حوالہ سابقہ' ص 66

57- ایضاً' ص 77

58- ایضاً' ص 77

59- مفتی عبدالرحمن خان' تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی' حوالہ سابقہ' ص 231

60- قائداعظمؒ کیسا پاکستان چاہتے تھے' حوالہ سابقہ' ص 77

61. Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah: Speeches as Governor-General of Pakistan-1947-48, Lahore, 1989, P.122.

62- تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی' حوالہ سابقہ' ص 231

63- روزنامہ انقلاب' لاہور' 22 اکتوبر' 1939ء